حافظ سجاد انور منصور
فیصل آباد

شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر

۲۳ مارچ کا دن پاکستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن تاریخ نے ایک نیا موڑ لیا تھا۔ اسی تاریخ کو آج سے ۵۱ سال پہلے لاہور کے منٹو پارک میں ایک قرارداد منظور کی گئی تھی جس میں ایک نئی مملکت کے قیام کا عزم کیا گیا تھا اور آخر ایک طویل جدوجہد کے بعد ۱۴ ر اگست سنہ ۱۹۴۷ کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ اس ملک میں کتاب و سنت نظام نافذ کیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی ایک جماعت ایسی ہے جو عوام اور حکمرانوں کو اس ملک کے قیام کا حقیقی مقصد بتاتی ہے۔ اسی جماعت نے آج سے چار سال قبل اس تاریخ کی مناسبت سے ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۸۷ کو لاہور میں ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا جس میں اہلحدیثوں کی جماعت کے صف اول کے رہنما شریک تھے "شیر ربانی" مولانا حبیب الرحمن یزدانی کے وجد آفریں خطاب کے بعد قائد عرب و عجم خطابت کے بے تاج بادشاہ خطاب کے لئے تشریف لائے۔ مسلک اہلحدیث کے سب سے بڑے داعی اپنی تمام تر رعنائیوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ براجمان تھے۔ کارواں ہمہ تن گوش تھا۔ آپ کا یہ باطل شکن خطاب اپنے نقطہ عروج کو پہنچ رہا تھا۔ ابھی تیں منٹ ہی خطاب کر پائے تھے کہ بم کا ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ جلسہ گاہ میں قیامت برپا ہو گئی دور دور تک در و بام دھماکے سے لرز گئے۔ بجلی کے تار جل گئے۔ ماحول تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ فلک شگاف آہ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ درندہ صفت دشمن اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو چکا تھا۔ مولانا محمد خان نجیب، شیخ احسان الحق

اور عبد الخالق قدوسی موقعہ پر ہی شہید ہو گئے جبکہ علامہ صاحب ' یزدانی صاحب و دیگر زخمی کارکنوں اور رہنماؤں کو فوری طور پر میو ہسپتال پہنچا دیا گیا ۔ اسلام کے بے باک مبلغ راہ حق و صداقت کی منزل کے راہی مولنا حبیب الرحمن یزدانی زخموں کے تاب نہ لاکر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے ۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر شدید زخمی حالت میں پانچ یوم تک انتہائی نگہداشت یونٹ میں رہے ۔ اس کے بعد سعودی ایر لائنز کے ذریعے ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم کے ہمراہ سعودی عرب کے دار السلطنت ریاض روانہ ہو گئے ۔ جہاں آپ کو فیصل ملٹری ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ۔ یہاں پاکستانی ڈاکٹروں نے تو پہلے ہی آپ کی زندگی کے امکانات سے مایوسی ظاہر کر دی تھی ۔ علامہ شہید کی ٹانگ اور جسم کے بعض نازک حصے دھماکہ میں جس بری طرح متاثر ہوئے تھے اس کے بعد یہ کہنا کہ ان کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ایک سیاسی اور وقتی ضرورت تھی ۔ ڈاکٹروں کے مشورے کے باوجود بھی پہلے روز ان کی ٹانگ نہ کاٹنا اسی وقتی ضرورت اور سیاسی چال کا حصہ تھا ۔ اسی لئے انتظامیہ اور ذرائع ابلاغ ایسی خبریں دیتے رہے کہ علامہ صاحب کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے ۔

بم کے ٹکڑوں کا زہر ان کے پورے جسم میں سرایت کر چکا تھا ۔ ریاض کے ہسپتال میں دنیا کے ماہر ترین ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششیں بھی آپ کی زندگی نہ بچا سکیں اور بالآخر زندگی موت سے ہار گئی ۔ ایک ہفتہ تک موت و حیات کی کشمکش میں رہنے کے بعد شاہسوار خطابت ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ۔ انا للہ و الیہ راجعون ۔

عالم اسلام کی متاع عزیز چھن گئی اور علم و فضل کا آفتاب وادی بطحا میں ڈوب گیا ۔ آپ کا جسد خاکی ریاض سے مدینہ منورہ جن گلیوں کے آپ عاشق تھے وہاں لایا گیا ۔ مسجد نبوی کے امام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی اس کے علاوہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں جنت البقیع کی خاک پاک میں چھپا دیا گیا ۔ آپ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ کو امام مالک کے پہلو میں دفنا دیا گیا جس کے دائیں طرف ازواج

مطہرات امہات المومنین کی قبریں ہیں اور ان کے تھوڑے ہی فاصلے پر تاجدار کونین کے لخت جگر حضرت ابراہیم کی لحد مبارک ہے۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

علامہ احسان ظہیر شہید شہر اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی آپ کی دین محمدی سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں دینی تعلیم سے فراغت کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے عربی میں بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کی اور اسی سال ایم اے فارسی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد کراچی سے لاء اور ایم اے اردو کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو مدینہ یونیورسٹی "مدینہ منورہ" میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۷۰ء میں آپ مدینہ منورہ یونیورسٹی سے تقریباً ۱۰۰ ممالک کے طلبا میں اول پوزیشن لے کر فارغ ہوئے آپ نے تقریباً 93 فیصد نمبر حاصل کئے جو ایک منفرد ریکارڈ ہے۔

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد آپ کو یونیورسٹی میں ہی منصب تحقیق و تدریس کی پیش کی گئی۔ جس پر آپ نے معذرت کر دی اور اپنے وطن میں ہی دین خدمت کو ترجیح دی۔ وطن واپس آکر آپنے مختلف رسائل و جرائد میں لکھنا شروع کیا اور دو تین جرائد کے مدیر بھی رہے اس کے علاوہ اپنا ماہنامہ "ترجمان الحدیث" بھی جاری کیا جو آج تک دین حق کی خدمت میں مصروف ہے۔ ان تمام مصروفیات اور خدمت کے ساتھ ساتھ آپ جامع مسجد اہلحدیث چینیانوالی لاہور میں خطبہ جمعہ کے فرائض بھی ادا کرتے رہے اور یہ سلسلہ شہادت تک جاری رہا۔ علامہ شہید اپنے موقف کو بیان کرنے میں اس کا حق ادا کرتے تھے آپ زبردست تحریکی صلاحیتوں کے مالک اور مسلک اہلحدیث کے صحیح ترجمان تھے انہوں نے اپنے مسلک کو ہی اپنی پہچان بنایا اور اسی حوالے سے شہرہ آفاق شخصیت بن کر ابھرے۔ وہ اپنے مسلک کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق متعارف اور تسلیم کرانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ

اور توانائیاں دین اسلام کے فروغ کے لئے وقف کر رکھی تھیں ۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی طوفان انگیز خطابت اور شعلہ بیانی سے اپنے لئے ایک امتیازی اور انتہائی قابل احترام مقام پیدا کر لیا تھا ۔

علامہ شہید اپنے عقائد و نظریات کے اظہار میں انتہائی بے باک اور نڈر تھے اور حق تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی دنیاوی طاقت کا خوف محسوس نہ کرتے تھے ۔ آپ نے دن رات کی تھکا دینے والی مصروفیات کے باوجود عربی ادب میں شاندار اضافہ کیا اور مختلف فرق باطلہ پر درجنوں کے حساب سے انتہائی مدلل اور مستند کتب تحریر کیں جن کا دنیا کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے ۔ اتنے تھوڑے عرصے میں اتنی معلوماتی اور بھاری بھر کم کتب تالیف کرنا بلاشبہ علامہ شہید کا بہت بڑا کارنامہ اور آپ کی وسعت مطالعہ کی بہت بڑی دلیل بھی ہے ۔ آپ کی تالیف کردہ مختلف باطل فرقوں پر ان تحقیقی کتب کو عرب ممالک میں بہت پزیرائی حاصل ہوئی ۔ اہل عربی علامہ مرحوم کے ان جواہر پاروں کو دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ ایک عجمی کیونکر عربی زبان میں ایسے جواہر پارے اور تحقیقی سرمایہ مہیا کر سکتا ہے ۔ اہل زبان میں آپ کی کئی عربی کتب آج بھی بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں ۔ 1965ء میں آپ کا عربی مضمون اس سال کا فن پارہ قرار پایا تھا جسے کویت کے ایک کثیرالاشاعت جریدے نے شائع کیا تھا ۔ علم و حکمت کا یہ مرد جری جس قدر مطالعہ کا ذوق رکھتا تھا اسی قدر تقریر و تحریر کا شوق اور ملکہ بھی حاصل تھا ۔ اور دنیا کی کئی زبانوں پر عبور بھی حاصل تھا عربی زبان پر تو اس قدر عبور حاصل تھا کہ جب آپ عربی میں گفتگو کرتے تو اہل زبان و رطہ حیرت میں پڑ جاتے اور آپکے عجمی ہونے پر شک کرتے ۔

1985ء میں بغداد میں آپ نے دنیا بھر کے علماء کرام کی موجودگی میں ایران عراق جنگ کے موضع پر عربی زبان میں اس طرح جذباتی خطاب کیا جس طرح عربی ان کی مادری زبان ہو ان کی یہ تقریر براہ راست ٹیلی کاسٹ ہو رہی تھی اسے عرب ممالک کے علاوہ ایران میں بھی دیکھا اور سنا گیا ۔ مرحوم نے اس خطاب میں وقت کے تقاضوں کے

مطابق اسلامی اخوت و محبت اور باہمی جھگڑوں پر ایسے موثر انداز میں اپنے خیالات اور دکھ کا اظہار کیا کہ علامہ شہید کی تقریر کے دوران خود صدر صدام آبدیدہ ہو گئے تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ عراق نے اپنے قومی نشریاتی رابطے سے درجنوں دفعہ اس عظیم خطاب کو ٹیلی کاسٹ کیا ۔ قدرت اگر انہیں موقعہ دیتی تو موجودہ دور میں خطابت کا آخری معیار ثابت ہوتے ۔ جہاں آپ نے بے شمار دوست اور مداح پیدا کئے وہاں بہت سے مخالفین بھی پیدا ہو گئے مگر وہ آخر دم تک شمشیر برہنہ کی طرح میدان جہاد میں ڈٹے رہے اور حق کی آواز بلند کرتے رہے ۔ ان حالات میں آپ کامتنازعہ شخصیت بن جانا لازمی امر تھا ۔ جب دشمنان اسلام ایسے ہمہ صفت انسان کے مقابلے کی جرات نہ کر سکے دلائل کا جواب نہ دے سکے تو بد بخت درندوں نے بزدلی کا راستہ اپنایا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ اہل باطل نے ہمیشہ طاقت اور شیطانی ہتھکنڈوں سے آواز حق کو دبانے کی کوشش کی ہے ۔ علامہ شہید مسلکی اختلافات سے قطع نظر بے باک مرد مومن تھے انہوں نے جس بات کو حق سمجھا ڈنکے کی چوٹ پر کہا ان کی یہ دلیری اور حق گوئی دین خداوندی کے دشمنوں کو ذرا نہ بھائی چنانچہ ظالموں نے نہایت بزدلانہ طریقے سے بھرے جلسے میں بم کا دھماکہ کیا اور اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ درحقیقت ان کی شکست ہے مرنے والے تو تاج شہادت پہن کر امر ہو گئے ہیں ۔ یقیناً یہ رتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کیلئے ہی وقف کر رکھا ہے ۔